افکار مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ڈاکٹر غازیؒ پر اثرات

* ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی فکر نے صرف برِعظیم پاک و ہند میں اٹھنے والی تحریکوں کو ہی متاثر نہیں کیا بلکہ دنیا بھر کے مفکرین کو متاثر کیا۔ مغرب میں بھی، امام غزالی، مولانا رومی اور حضرت مجدد کے افکار کو سمجھنے کے لیے مختلف سطحوں پر کام ہوئے ہیں۔ برعظیم کے مفکرین خواہ وہ اپنے افکار کے تنوع کے باوجود مختلف مکاتب کے نمائندے کہلائے، مگر سبھی فکر مجدد علیہ الرحمہ کے خوشہ چین ضرور رہے ہیں۔ آپ کی فکر کے ان اثرات کی وجہ یہ ہے کہ اس دور میں ایک اکبر تھا جس کی روشن خیالی کے آگے، آپ کی حکمت عملی نے بند باندھے۔ آج ہر مسلم ملک میں ایسے روشن خیال دانشوروں کی کثرت ہے جو اکبری الحاد کو، "دور جدید کے تقاضوں" کے نام پر پھیلا رہے ہیں۔ اس لیے ہر نیا دن مجددی فکر کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔(۱)

ہمارے اس عہد کے نامور ماہر تعلیم محقق اور دانش ور ڈاکٹر محمود احمد غازی (۱۳۷۰ھ/۱۹۵۰ء۔ ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء) جو حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی پیدائش کے تقریباً چار سو سال بعد پیدا ہوئے۔ نامور اہل علم سے استفادہ کیا۔ مطالعہ تحقیق میں عمر عزیز صرف کی۔ قومی اور بین الاقوامی اداروں میں ان کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ عربی، اردو، اور انگریزی زبان میں آپ کی تحریرات حسن ترتیب، معلومات اور حسن بیان کے اعتبار سے اپنا ثانی نہیں رکھتیں۔ ہمارے عہد کے جن لوگوں کو قدرت نے گفتگو کا طریقہ وسلیقہ ودیعت کیا تھا ان میں ایک ڈاکٹر محمود احمد غازی بھی ہیں۔ بلاشبہ آپ اس دور کی عہد ساز شخصیت تھے۔(۲)

کسی بھی شخصیت کی تعمیر میں بہ یک وقت کئی عناصر شریک ہوتے ہیں۔ اس میں بچپن میں گھر کی تربیت سے لے کر حصول علم کی اعلیٰ منزل تک کے مراحل، اور سفر و حضر کے لمحات بھی شامل ہیں۔ زندگی کے ان مراحل میں بہت سے افکار اور شخصیات آتی ہیں جو اپنا اثر ڈالتی ہیں، ڈاکٹر غازیؒ کی شخصیت کا اس نقطہ نظر سے تجزیہ کریں تو ایک نمایاں شخصیت جس نے فکر غازی کو ہر مرحلہ زیست میں متاثر کیا اور گہرا اثر ڈالا، وہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی ذات گرامی ہے۔ آپ نے اپنی تقاریر اور تحاریر دونوں میں کئی مقامات پر ایسے اشارے دیئے ہیں جو ان اثرات کو ظاہر کرتے ہیں۔

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد۔

اپنے ایک انٹرویو میں ڈاکٹر غازیؒ کہتے ہیں: ''مجموعی طور پر اسلامیات سے متعلق چیزیں ہی میری دلچسپی سے متعلق ہیں، اسلامی تاریخ وتمدن، تصوف اور اس طرح کی ہر چیز جیسے سید علی ہجویری (کی تحریریں)، مجدد الف ثانی کے جو مکتوبات ہیں، وہ تصوف کی بنیاد ہیں اور تصوف میں اس سے زیادہ ٹھوس اور جامع تحریر کسی کی بھی نہیں ہے۔ پورے ۱۴۰۰ برس میں کسی بھی مسلمان صوفی کی اتنی جامع اور ٹھوس تحریریں نہیں ہیں جتنی کہ مجدد الف ثانی کی تحریریں ہیں، علامہ اقبال نے ان کے بارے میں کہا تھا "Greatest Muslim Genius of India" یہ میں نے سارے پڑھے ہیں'' (۳) یہی وجہ ہے کہ آپ کی تحریروں میں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے حوالہ جات بکثرت پائے جاتے ہیں۔ آپ شیخ سرہندی کو تصوف کا حقیقی نمائندہ سمجھتے تھے (۴) تصوف کیا ہے؟ اور کیا نہیں ہے؟ یہ جاننے کے لیے تاریخ اسلام کے جن نامور پانچ صوفیہ کا ڈاکٹر غازی نے ذکر کیا ہے، ان میں ایک حضرت مجدد ہیں۔ (۵) آپ نے تصوف کے بیان کے لیے عالمانہ وقار کو قائم رکھا (۶) تصوف میں انحرافی رویوں پر حضرت مجدد کی تنقید کو بھی ڈاکٹر غازی نے سراہا ہے (۷) انحرافی رویوں کے حوالے سے مغربی طرز فکر پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ نے کہا: ''پچھلے دنوں امریکی سی آئی اے کے معاون اور ہمکار ادارہ رائینڈ فاونڈیشن کی طرف سے ایک رپورٹ آئی تھی، جس میں عام مسلمانوں میں اثر ورسوخ رکھنے والے گروہوں کی نشاندھی کی گئی تھی۔ جن طبقات کی سرپرستی کرنے کا مشورہ حکومت امریکہ کو دیا گیا تھا۔ ان میں اہل تصوف کے بعض گروہ بھی شامل تھے۔ وہ اہل تصوف جو منحرف تصوف کے نمائندہ ہوں۔ جو باطنیت سے متاثر ہوں اور شریعت وطریقت کی اس جامعیت کی نمائندگی نہ کرتے ہوں، جس کے نمائندہ امام غزالی اور شیخ احمد سرہندی ہیں'' (۸) اس اقتباس کی روشنی میں کئی نتائج بیان کئے جاسکتے ہیں۔ مثلا

(ا) مغرب نے تحریک تصوف کے اثر ورسوخ اور معاشرہ میں اثر پذیری کو گہری تنقیدی نظر سے جانچا ہے۔

(ب) انحرافی رویوں کو قوت بہم پہنچانے کے لیے مغرب کوشاں ہیں۔

(ج) تصوف کے حقیقی نمائندگان کے افکار کو عوام تک پہنچنے سے روکا جائے، یہ مغرب کی تگ ودو ہے۔

(د) تصوف حقیقی کے نمائندگان میں امام غزالی اور شیخ احمد سرہندی شامل ہیں (۹)

ڈاکٹر صاحب بجا طور پر یہ سمجھتے تھے کہ احسان وتزکیہ معاشرہ کے ارتقا وتکمیل میں ایک اہم ستون کی حیثیت رکھتا ہے، اس لیے انہوں نے تصوف کے حقیقی نمائندوں کی تحریروں کا مطالعہ کرنے کا مشورہ دیا ہے، جن میں حضرت شیخ احمد سرہندی نمایاں ترین شخصیت ہیں۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے کارناموں کے اثرات کو معاشرتی سیاسی اور علمی زاویوں سے بھی ذکر کیا ہے۔ اس حوالے سے وہ اکبر کے دور میں نبوت کے مقام و مرتبہ کے حوالے سے جو غلط فہمیاں پیدا کی گئی تھیں ان کا جائزہ لیتے ہوئے حضرت مجدد کے کارنامہ کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''اس تحریک کا اصل ہدف اور مقصد یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے دین کو اب غیر متعلق قرار دے دیا جائے۔ اور 'دور جدید' کے لیے ایک نئے دین کی داغ بیل ڈالی جائے۔ پھر ایک ایک کر کے اس کے لیے کاوشیں بھی شروع ہوئیں۔ سرکاری سرپرستی میں اسلام کی ہر چیز کا مذاق اڑایا جانے لگا۔ اسلام کے ہر پہلو کو محل نظر اور محل اختلاف قرار دیا گیا۔ بہت سے معاملات میں سرکاری فیصلے ایسے آنے لگے جو شریعت سے صراحتاً متعارض تھے۔ غرض ملت اسلامیہ ایک ایسے مشکل مرحلہ میں گرفتار تھی جس کے بارے میں علامہ اقبال نے کہا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ایک شخصیت کو بروقت خبردار نہ کرتا تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ ملت کا کیا حال ہوتا۔

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبر دار

دو شخصیتوں نے کھڑے ہو کر اس پوری تحریک کے اثرات کو مٹا دیا۔ ایک شخصیت حضرت امام ربانی شیخ احمد سرہندیؒ کی ہے جو مجدد الف ثانی کہلاتے ہیں۔ الف ثانی کا لقب کی اہمیت اور معنویت اس الفی تحریک کی وجہ سے ہے جس میں کہنے والے کہتے تھے کہ ایک ہزار سال پورے ہونے پر حضور ﷺ کی نبوت ختم ہو گئی۔ اس غلط فہمی کی تردید کرنے کے لیے اس عظیم شخصیت نے جو تجدیدی کارنامہ انجام دیا، اس کی وجہ سے اس شخصیت کو مجدد الف ثانی کے لقب سے یاد کیا گیا۔ یہ بات ہمارے اہل پاکستان کے لیے بڑی خوشی کی بات ہے کہ جس شخصیت نے ان کو سب سے پہلے مجدد الف ثانی کا لقب دیا تھا وہ ہمارے سیالکوٹ کے ملا عبدالحکیم سیالکوٹی تھے۔ عرب دنیا میں سیالکوٹ کے دو نام بہت مشہور ہیں جن میں ایک علامہ اقبال اور دوسرے علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی ہیں مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے براہ راست سیرت پر تو کوئی کتاب نہیں لکھی لیکن انہوں نے مکمل طور پر ان غلط فہمیوں کی تردید کر دی جو علوم سیرت اور علوم نبوت کے انکار پر مبنی تھیں۔ حضرت مجدد نے مقام نبوت اور مرتبہ نبوت کو لوگوں کے ذہنوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جاگزیں کر دیا۔(۱۰)

آپ کی جہد مسلسل کے اثرات کو ذبیحہ گاؤ کے تناظر میں بیان کرتے ہوئے محاضرات شریعت میں بیان کیا ہے اور اس معاملہ میں شیخ سرہندی کے رویے میں سختی کی وجہ بھی ذکر کی ہے اس مسئلہ کا پس منظر اور حضرت شیخ سرہندی کی طرز عمل

پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی:

''آپ کو معلوم ہے کہ ہندوستان میں ہندوؤں کے لیے ذبیحۂ گاؤ ایک بہت حساس معاملہ رہا ہے۔ بہت سے بااثر ہندو گائے کو دیوتا مانتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے کہ مسلمان ہندوستان میں ۱۵ فیصد سے زیادہ کبھی نہیں رہے، انہوں نے ذبیحۂ گاؤ تک کے بارے میں جو محض ایک جائز فعل ہے کوئی مصالحت نہیں کی اور کسی مداہنت سے کام نہیں لیا۔ ایک تھوڑے عرصے کے لیے سلطنت مغلیہ کے ایک خاص دور میں حکومت نے یہ چاہا کہ مسلمان ذبیحۂ گاؤ کے متعلق نرمی کا رویہ اختیار کریں۔ اس زمانے کے بعض علماء نے بھی اس کو زیادہ قابل اعتراض نہ سمجھا۔ لیکن مسلمانوں کے دینی ضمیر نے اس کے خلاف شدت سے آواز اٹھائی۔ ہم سب جانتے ہیں کہ ذبیحہ گاؤ شریعت میں فرض یا واجب نہیں ہے اور نہ ہی گائے کا گوشت کھانا شریعت میں مستحب ہے۔ بلکہ محض جائز ہے۔ کوئی شخص گائے کا گوشت استعمال کرنا چاہیے تو کرسکتا ہے، جائز ہے۔ اس زمانے کی حکومت اور ارباب حل وعقد نے شاید اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا کہ ہندوؤں کی دلداری کی خاطر ذبیحہ گاؤ کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ حوصلہ شکنی کا اشارہ حکومت کی طرف سے ہوا۔ ہندوؤں کے اثرات سے بعض علاقوں میں ذبیحہ گاؤ پر پابندی لگ گئی۔

لیکن ہندوستان کے سب سے بڑے مذہبی عبقری نے اس پابندی یا حوصلہ شکنی کے خلاف آواز اٹھائی اور وزیر اعظم ہند کو لکھا ذبح بقر در ہندوستان از اعظم شعائر اسلام است (۱۱) کہ ہندوستان میں گائے کا ذبیحہ اسلام کے بڑے بڑے شعائر میں سے ایک ہے اور آپ بادشاہ کو قائل کریں کہ وہ اس شعار اسلام کو نافذ کرے۔ چنانچہ بادشاہ وقت نے ایسا ہی کیا۔ اس نے اپنی یادداشت 'تزک جہانگیری' میں خود لکھا ہے کہ میں نے جب کانگڑے کا قلعہ فتح کیا تو اس کی خوشی میں اس شعار اسلام پر علی الاعلان عمل کیا اور قلعے کے دروازے پر میں نے اپنے ہاتھ سے گائے ذبح کیا۔ اس کی کوئی اہمیت فقہ اسلامی میں نہیں ہے کہ گائے ذبح ہوتی ہے یا نہیں ہوتی۔ لیکن حضرت مجدد الف ثانی جیسے بلند پایہ دینی قائد کے اس طرز عمل سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کا ان امور میں کیا مزاج رہا ہے، انہوں نے تھوڑا سا انحراف بھی اس ترتیب میں گوارا نہ کیا جو ترتیب شریعت میں پیش نظر تھی۔ اس شرائط کے ساتھ اور اس ذہنی وفکری ماحول میں مسلمانوں نے دوسروں سے کسب فیض کیا اور جو مثبت اور تعمیری عناصر دوسری اقوام میں موجود تھے انہیں صرف اپنی شرائط پر اپنے قواعد وضوابط کے مطابق اسلامی تہذیب کا حصہ بنایا۔ (۱۲)

ڈاکٹر صاحب نے مختلف علوم وفنون کی جہت سے بھی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے کارہائے نمایاں کا تذکرہ کیا ہے۔ آپ کے بقول: ''دینی علوم، تفسیر، حدیث، فقہ اور اصول فقہ کے میدانوں میں جو کام ساتویں آٹھویں

صدی تک ہو گیا تھا اس میں کوئی قابل ذکر پیش رفت چند اکا دکا استثنائی مثالوں کے علاوہ نظر نہیں آتی تھی۔ برصغیر میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ایک استثناء ہیں شیخ احمد سرہندی ایک استثناء ہیں'' (۱۳) حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے اس خاص علمی مقام کی وجہ سے اس دور کے نظام تعلیم اور اسالیب تعلیم کو بھی قابل قدر گردانا گیا ہے، مغلیہ عہد کے نظام تعلیم کا حوالہ دیتے ہوئے آپ حضرت مجدد کا ذکر ضرور کرتے ہیں۔ ''دینی مدارس: مفروضے، حقائق، لائحہ عمل'' کے عنوان سے کئے گئے ایک خطاب کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں: جس نظام تعلیم کی پیداوار حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳ ر نومبر ۱۶۲۴ء) تھے۔ جنہیں دنیائے اسلام نے دوسرے ہزار سال کا مجدد قرار دیا، جن کو علامہ اقبال نے مسلم ہندوستان کا بڑا Religious Genius یعنی دینی نابغہ قرار دیا۔ اسی نظام تعلیم کی پیداوار اس دور کے دوسرے تمام اہل علم، ارباب سیاست وحکومت اور دیگر اصحاب ادب و دانش بھی تھے۔ حضرت مجدد صاحب اور سلطنت مغلیہ کے وزیر اعظم نواب سعد اللہ خاں مرحوم دونوں ہم درس تھے وہ ایک ہی درس گاہ میں اور ایک ہی استاد کے سامنے زانوے تلمذ تہہ کر کے تیار ہوئے تھے۔'' (۱۴)

اسی لیے دینی علوم وفنون میں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی دستگاہ کی مثالیں بھی ڈاکٹر صاحب کی نگارشات میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ مثلاً حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ مکتوبات کی جلد اول کے مکتوب ۶۳ (۱۵) میں اس بات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اصول دین میں کس طرح متفق ہیں اور اصول دین میں اتفاق کے بعد شرائع میں اختلاف اور شرائع میں تفصیلات کس طرح متنوع ہوئی ہیں'' (۱۶)

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ کی محبت وعقیدت کی صاف جھلک ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے بھی صاف محسوس کی جا سکتی ہے، جس میں کسی نے حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مابین آپ کے اختلاف کا ذکر کیا تھا۔ عموماً لوگ دونوں بزرگوں میں اختلاف کو ہوا دینے کی کوشش کرتے ہیں مگر آپ نے ثابت کیا کہ یہ صرف غلط فہمی تھی جو دور ہو گئی ڈاکٹر غازی بیان کرتے ہیں:

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نے ایک مرتبہ اپنے صوفیانہ تجربات کو ضبط تحریر میں لا کر اپنے شیخ خواجہ باقی باللہ کو بھیجا تھا۔ حضرت مجدد کا یہ خط اپنے شیخ اور مربی سے رہنمائی اور کسب فیض کے لیے تھا۔ ان بیانات کو، جن میں انہوں نے اپنے ذاتی مشاہدات اور تجربات بیان کئے تھے، بعض لوگوں نے غلط انداز سے تعبیر کر کے شیخ احمد سرہندی کے خلاف رائے عامہ بنانے کی کوشش کی۔ اس زمانے میں حکمرانوں کے بعض قریبی لوگوں کو بھی چٹھیاں لکھ لکھ کر بھیجیں۔ جہانگیر کو بھی یہ بات پہنچائی گئی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو بھی یہ بات پہنچا دی گئی بعد میں جب مجدد الف ثانیؒ

نے اپنی زبان سے اپنا موقف بیان کیا اوشیخ عبدالحق محدث دہلوی کے ساتھ براہ راست ملاقات ہوئی تو غلط فہمی دور ہو گئی۔(۱۷)

حضرت مجدد سے عقیدت اور آپ کے افکار سے استفادہ کا سب سے بڑا مظہر آپ کی عربی زبان میں تصنیف ہے، شاید یہ آپ کی تحریر کردہ کتب میں آخری کتاب ہے جو حیات ہی میں شائع ہوئی، کتاب کا نام **"تاریخ الحرکة المجددیه دراسة تاریخیة تحلیلیة لحیاة الامام المجدد احمد بن عبدالاحدالسرهندی المعروف مجدد الالف الثانی"** ہے دارالکتب العلمیة بیروت سے یہ ۲۰۰۹ء میں شائع ہوئی۔اس کتاب کی اشاعت کے پس منظر میں بھی یہ خیال تھا کہ عربی زبان اور اہل عرب تک حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کا نام اور تعارف بہت کم پہنچا ہے، ڈاکٹر صاحب کے الفاظ ہیں:

> **((ان من العجب العجاب ان هذا الامام الجلیل لم یوف حقه من الاحترام و التقدیرفی العالم الاسلامی المعاصر ولم یکتب عنه فی اللغة العربیة الا القلیل النادر ولم تطبع ترجمة مکاتیبه العلمیة الی اللغة العربیة الامرة اومرتین)) (۱۸)**

اسی صفحہ پر حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے بارے میں، شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے **"لایحبه الامؤمن تقی ولایبغضه الافاجر شقی"**(۱۹) یہ کتاب دوحصوں پر مشتمل ہے۔

القسم الاول : یہ حصہ ۲۳۷ صفحات پر مشتمل ہے جس میں حضرت امام ربانی کے احوال حیات اولاد خلفاء، گیارھویں صدی میں برصغیر کے حالات، سلسلہ نقشبندیہ کے فضائل، درج ہیں۔

حضرت مجدد کی تحریک کے اثرات اور تجدیدی کارناموں کی مختلف جہات کو بھی اس حصہ میں بیان کیا گیا ہے۔ یہاں اصلاح تصوف وصوفیہ کے حوالے سے ڈاکٹر صاحب کے بیان کردہ اہم نکات نقل کئے جاتے ہیں۔ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

> **((یتلخص جهاد الإمام المجدد لإصلاح الفکر الصوفی السائد فی شبه القارة فی أربعة نقاط هامة:**
>
> **(۱) نقده اللاذع علی الفکر المنحرف والعناصر الباطنیة والهندوسیة التی تسربت إلی الفکر التربوی الإسلامی وتغلغلت فی الثقافة والمجتمع، ثم**

انتقاده، على الذين يسميهم بالصوفية الخام والكشف عن دورهم فى إفساد النظام الاجتماعى والدينى.

(٢) تطهير الفكر التربوى الإسلامى من التأثر بالفكر الباطنى الهندوسى والعناصر غير الإسلامية التى تسربت إلى فكر المسلمين تحت ستار الروحانية والتصوف.

(٣) شرح التعاليم الإسلامية الصحيحة والتطبيق بين الشريعة والتصوف و بيان أن ما يسمى بالتصوف إنما هو محاولة لفهم تعاليم الشريعة التى تهدف إلى تزكية النفوس وإيصال العبد إلى مرتبة الإحسان. وكل هذا يتضمن أن مايسمى بالطريقة أو الحقيقة فى بعض الأوساط ليس إلا جزءاً من الشريعة الغراء، ولا بدأن يكون تابعا لأحكام الشريعة الإسلامية.

(٤) شرح تعاليم كبار المربين من أصحاب التزكية والإحسان فى ضوء الكتاب والسنة وسد كل الإبواب والنوافذ الفكرية التى استغلها الباطنيون من الهندوس وغيرهم.

هذه هى الموضوعات الأربعة الرئيسية التى تشكل صميم جهاد الإمام المجدد.

إن الإمام المجدد أحمد بن عبدالأحد السرهندى يعتبر من أبرز علماء النفس فى تاريخ شبه القارة. ولذلك يعتبره الفيلسوف المفكر محمد إقبال أكبر عبقرى دينى فى تاريخ الهند المسلمة. وتدل كتاباته على عمق معرفته بالفكر التربوى الإسلامى وسعة اطلاعه على ماكتبه أصحاب التزكية والإحسان. هذا بالإضافة إلى اضطلاعه من علوم الشريعة من التفسير والحديث والفقه والأصول والكلام. وفوق ذلك كله كان يعرف بالتزامه الشديد بالسنة النبوية وتأدبه الكامل بالآداب الشرعية . فكان من أكفأ الشخصيات للقيام بعملية إصلاح التصوف والفكر الصوفى.

ولاشک أن هذه العملية تحتاج إلى جهاد طويل دؤوب، يجمع بين العمل الفكرى والعمل التربوى فى نفس الوقت.(۲۰)

کتاب کے یہ فکری مباحث، فکر مجدد کے ہمہ گیر اثرات کا جائزہ لینے کے لیے اہم ہیں۔ اس کتاب کے دوسرے حصہ میں چھ عنوانات کے تحت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب کا عربی ترجمہ کیا گیا ہے۔ چھ عنوانات درج ذیل میں

(۱) فی شرح عقائد اهل السنة والجماعة

(۲) فی شرح الاحکام الفقهية

(۳) فی شرح المعارف التربوية

(۴) فی شرح معارف الطريقة النقشبندية

(۵) فی النيصحة والموعظة الحسنة

(۶) فی الدعوة الی تطبيق الشريعة

موضوعات کا یہ تنوع ظاہر کرتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے کس عمیق نظری سے مکتوبات کا مطالعہ کیا، وہ یہ سمجھتے تھے کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے صرف ایک صوفی کی حیثیت سے ہی نہیں ایک عالم، مبلغ اور مجاہد کی حیثیت سے کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ امت نے انہیں مجدد الف ثانی کے لقب سے نوازا۔

اس حصہ کے آخری مکتوب کو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکے گا کہ مکتوبات کے مشکل اور اہم مضامین کو کس خوش اسلوبی سے ڈاکٹر صاحب نے عربی زبان میں منتقل کیا ہے۔

اس کا عنوان آپ نے یہ دیا ہے۔

الشريعة متكفلة لجميع السعادات الدنيوية والاخروية

ترجمہ درج ذیل ہے:

حققنا الله سبحانه وإياكم بحقيقة الشريعة المصطفوية على صاحبها الصلاة والسلام والتحية. ويرحم الله عبدا قال آمينا. إن الشريعة لها ثلاثة أجزاء : العلم والعمل والإخلاص. وما لم تتحقق هذه الأجزاء الثلاثة لاتتحقق الشريعة. وإذا تحققت الشريعة يتحقق رضا الحق سبحانه وتعالىٰ الذى هو

فوق جميع السعادت الدنيوية والأخروية فقال الله سبحانه وتعالىٰ:
(ورضوان من الله أكبر)

فالشريعة الإسلامية متكفلة لجميع السعادات الدنيوية والأخروية وليس للبشر مطلب يحتاج فيه إلى شيء ماوراء الشريعة. ومايسمى بالطريقة والحقيقة التى امتاز بها الصوفية ليستا إلا خادمة للشريعة فى تكميل جزئها الثالث الذى هو الإخلاص فالمقصود من تحصيل هاتين.أى الحقيقة والطريقة. ليس إلا تكميل الشريعة . وليس لهما غرض آخرووراء الشريعة.

وأما الأحوال والمواجيد والعلوم والمعارف التى يتلقاها الصوفية فى طريقهم ليست من المقاصد، بل هى أوهام وخيالات تربى بها أطفال الطريقة. فيجب الاجتياز عن كل هذه، والوصول إلى مقام الرضا الذى هو نهاية كل مقامات السلوك والجذب.

ومن بين الذين يمرون بالتجليات الثلاث ، وهى الأفعالية والصفاتية والذاتية، وبالمشاهدات العرفانية لايصل منهم إلى مقام الرضاوثروة الإخلاص إلا القلائل من بين الآلاف . ويظن قاصروا البصيرة أن الأحول والمواجيد هى من المقاصد وأن المشاهدات والتجليات هى من المطالب فيبقى مثل هؤلاء الناس مسجونين فى سجون الوهم والخيال ومحرومين عن كمالات الشريعة، كبر على المشركين ماتدعوهم إليه الله يجتبى اليه من يشاء ويهدى إليه من ينيب.

نعم، إن الحصول على مقام الإخلاص والوصول إلى مرتبة الرضا منوط بطى هذه الأحوال والمواجيد، ومربوط بتحقق هذه العلوم والمعارف. فهى من باب الأسباب والوسائل للمطلوب والمقدمات والذرائع للمقصود واتضحت حقيقة هذا المعنى على هذا الفقير بعد السير فى هذا الطريق لعشر سنوات، وذلك بصدقة حبيب الله. عليه وعلى آله الصلوات والتسليمات. وتجلت

روح الشريعة كما ينبغی علی الرغم من أننی لم أكن مغرما بهذه الأحوال والمواجيد من اليوم الأول ، ولم يكن فی نظری هدف ومطلب سوا التحقق من حقيقة الشريعة.ولكن ظهرت لی حقيقة الأمر كما هی بعد عشرسنوات كاملة الحمدلله علی ذلک حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه ومباركا عليه .

إن نبأوفاة المغفورله ميان شيخ جمال جاء سبباً للحزن وباعثاً للالم لجميع أهل الإسلام. أرجومنكم أن توصلوا أعزاء هذا الفقير إلی أنجال المغفور له وتترحموا عليه وتدعواله والسلام.

(المكتوب السادس والثلاثون من المجلد الأول)(۲۱)

اس ترجمہ کا اگر مصطفیٰ حسنین عبدالھادی (۲۲) کے عربی سے موازنہ کیا جائے تو بھی واضح ہوتا ہے کہ مکاتیب کی اصطلاحات اور مضامین پر ڈاکٹر صاحب کی کس قدر دسترس تھی۔

ڈاکٹر صاحب کا حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے افکار کے حوالے سے یہ بھی کام ہے کہ آپ لوگوں کو اس موضوع پر علمی و تحقیقی حوالے سے کام کی ترغیب دلاتے۔ مولانا نور الحسن راشد، مثنوی پر ایک خصوصی نمبر شائع کرنا چاہتے تھے اس نمبر کے لیے آپ نے جو عنوانات تجویز کیے ان میں ایک یہ ہے: ''مثنوی اور مکتوبات امام ربانی: تجدید و اصلاح تصوف کے دو اہم مآخذ'' (۲۳)۔ اس طرح راقم سطور کے مقالہ بعنوان ''حضرت مجدد الف ثانی کی تفسیری و فقہی خدمات کا خاکہ آپ کے پاس گیا تو اس میں آپ نے بہت سی اہم اور بنیادی تبدیلیوں کا حکم فرمایا۔

ڈاکٹر غازی کی زندگی کا یہ پہلو بھی اہم ہے کہ آپ شاہ ولی اللہ اور اقبال سے بہت متاثر تھے۔ ان دونوں بزرگوں کے افکار کا جائزہ لیا جائے تو ان پر فکر مجدد کی گہری چھاپ ہے۔ اس لیے ڈاکٹر صاحب کا حضرت مجدد کے افکار کا اثر قبول کرنا یہ یہی امر تھا۔

خلاصہ:

اس مقالہ سے ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ کی فکر کے حوالے سے درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

(۱) حضرت مجدد کو ڈاکٹر محمود احمد غازی صرف ایک صالح انسان، بلند پایہ صوفی ہی نہیں سمجھتے تھے بلکہ ایک ایسی عبقری شخصیت گردانتے تھے جس نے فکر اسلام اور علوم اسلامی پر اپنے گہرے نقوش مرتسم کیے۔

(۲) حضرت مجدد کے افکار نے ڈاکٹر غازی کی شخصیت کو بنانے، سنوارنے اور نکھارنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اسی وجہ سے جن موضوعات پر ڈاکٹر غازی نے مستقل تصانیف تحریر کیں ان میں ایک حضرت مجدد علیہ الرحمۃ بھی ہیں۔

(۳) حضرت مجدد کے طریق دعوت اور منہج کار دینی کے خدوخال کو ڈاکٹر غازی آج بھی کام کرنے کے لیے مثالی اور قابل تقلید سمجھتے ہیں۔

حواشی وتعلیقات

(۱) حضرت مجدد ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے احوال حیات اور افکار ونظریات جاننے کے لیے درج ذیل کتب اہم ہیں۔

(۱) حضرت مجدد الف ثانی: سید زوار حسین

(۲) سیرت مجدد الف ثانی: ڈاکٹر مسعود احمد

(۳) جہان امام ربانی ڈاکٹر محمد مسعود احمد (ترتیب وتدوین)

(۴) نذر مجدد صوفی غلام سرور (ترتیب وتدوین مجموعہ مقالات)

(۵) ارمغان امام ربانی ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس (ترتیب وتدوین مجموعہ مقالات)

(۲) احوال حیات کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔ ماہنامہ الشریعۃ خصوصی اشاعت ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ جنوری رفروری ۲۰۱۱ء السیرۃ شمارہ ۲۵ کا گوشۂ ڈاکٹر محمود احمد غازی ص: ۳۷۹۔۴۴۵

(۳) ایضاً ص: ۲۵

(۴) محمود احمد غازی، ڈاکٹر، محاضرات شریعت، الفیصل لاہور ۲۰۰۹ء، ص: ۳۲۹

(۵) ایضاً ص: ۳۱۵

(۶) ایضاً

(۷) ایضاً ص: ۳۵۳

(۸) ایضاً ص: ۳۵۳

(۹) باقی نمائندگان کے ناموں کے لیے اسی کتاب کا صفحہ ۳۱۵، اور ۳۲۹ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۰) محمود احمد غازی، ڈاکٹر، محاضرات سیرت، الفیصل لاہور، ص:۶۳۰

یہاں ڈاکٹر صاحب حضرت مجدد کے رسالہ اثبات النبوۃ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ عربی زبان میں لکھا گیا یہ رسالہ ۹۹۰ھ کی تالیف ہے، متکلمانہ اسلوب نگارش میں حضرت مجدد کا سیرت النبی پر مختصر اور عمدہ ترین رسالہ ہے۔

(۱۱) اس جملہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں

مکتوبات امام ربانی، دفتر اول مکتوب ۸۱ بنام لالہ بیگ

(۱۲) محاضرات شریعت ص:۴۹۴۔۵۹۵

(۱۳) ایضاً، ص:۴۴۶

(۱۴) محمود احمد غازی، ڈاکٹر، مسلمانوں کا دینی عصری نظام تعلیم، مرتب: ڈاکٹر سید عزیز الرحمٰن، الشریعہ اکیڈمی گوجرانوالہ، ۲۰۰۹، ص:۱۹

(۱۵) یہ مکتوب شیخ فرید کے نام لکھا گیا اس نقطہ نظر کی وضاحت وتشریح کے حوالے سے انتہائی اہم معلومات کا حامل ہے۔

(۱۶) محاضرات شریعت ص:۵۵

(۱۷) ایضاً، ص:۶۳۳

(۱۸) محمود احمد غازی، ڈاکٹر، تاریخ الحرکۃ المجددیہ، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۲۰۰۹، ص:۱۰

(۱۹) ایضاً

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے رد روافض کا عربی ترجمہ کیا اس ترجمہ کے مقدمہ میں یہ جملہ لکھا ہے: **وَبَلَغَ اَمْرُ الشَّیخِ الی اَنْ لَّاَیُحِبَّهٗ اِلَّا مُؤمِنٌ تَقِیٌّ ولایَبْغضُهٗ اِلَّا فَاجرٌ شَقِیٌّ**

رسالہ المقدسۃ السنیہ، شاہ ابوالخیر اکیڈمی دہلی ۱۹۸۳ء/۱۴۰۴ء ص:۴۳

(۲۰) تاریخ الحرکۃ المجددیہ ص:۱۸۰۔۱۸۱

(۲۱) ایضاً ص:۴۴۴۔۴۴۵

(۲۲) یہ ترجمہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ہی سے چھپا ۲۰۰۴ء میں شائع ہوا۔

(۲۳) الشریعہ بیاد ڈاکٹر محمود احمد غازی ص:۴۵